ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

نصوح اور سلیم کی گفتگو

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو اُردو ناول کی ابتدائی صورت سے متعارف کرانا۔
۲۔ طلبہ کو آدابِ معاشرت سے آگاہ کرنا۔
۳۔ طلبہ کو زبان کی سلاست اور محاورات کے استعمال سے روشناس کرانا۔
۴۔ طلبہ کو بتانا کہ ایک اچھا طالب علم کیسے بنا جاسکتا ہے۔

تعارف:

(دِلّی میں ایک سال ہیضے کی سخت وبا آئی۔ نصوح بھی دیگر افراد کی طرح ہیضے میں مبتلا ہوا اور سمجھا کہ موت قریب ہے۔ مایوسی کے عالم میں اُسے عاقبت کی فکر ہوئی۔ ڈاکٹر نے اُسے خواب آور دوا دی تو وہ سوگیا۔ خواب میں اُس نے مرنے کے بعد عاقبت کے دل دہلا دینے والے مناظر دیکھے، تو وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ خواب سے بیدار ہوکر نصوح کو اپنی اور اپنے خاندان کی بے مقصد زندگی پر افسوس ہوا۔ اس نے گزشتہ زندگی کی تلافی کا عہد کرکے، اپنی بیوی فہمیدہ کو خاندان کی اصلاح کے لیے اپنا مددگار بنایا۔ اِسی سلسلے میں ایک روز اپنے بیٹے سلیم کو بالا خانے پر صبح کے وقت بیدارا کے ذریعے بُلا بھیجا۔)

آج تو میاں بیوی میں یہ قول قرار ہوا۔ اگلے دن چھوٹا بیٹا سلیم ابھی سو کر نہیں اٹھا تھا کہ بیدارا نے آجگایا کہ صاحب زادے اُٹھیے، بالا خانے پر میاں بُلاتے ہیں۔ سلیم کی عمر اس وقت کچھ کم دس برس کی تھی۔ سلیم نے جو طلب کی خبر سُنی، گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے ہاتھ مُنھ دھو، ماں سے آکر پوچھنے لگا: ”امّاں جان! تم کو معلوم ہے ابّا جان نے کیوں بُلایا ہے؟“

ماں: ”مجھ کو کچھ خبر نہیں۔“
سلیم: ”کچھ خفا تو نہیں ہیں؟“
ماں: ”ابھی تو کوٹھے پر سے نہیں اُترے۔“
سلیم: ”بیدارا! تجھ کو کچھ معلوم ہے؟“
بیدارا: ”میاں! میں اُوپر لوٹا لینے گئی تھی۔ میاں اکیلے بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ میں آنے لگی تو میاں نے آپ کا نام لیا اور کہا کہ اُن کو بھیج دیجیو۔“
سلیم: ”صورت سے کچھ غصّہ تو نہیں معلوم ہوتا تھا؟“

بیدارا: ''نہیں تو۔''

سلیم: ''تو امّاں جان! ذرا تم بھی میرے ساتھ چلو۔''

ماں: ''میری گود میں لڑکی سوتی ہے۔ تم اتنا ڈرتے کیوں ہو، جاتے کیوں نہیں؟''

سلیم: ''کچھ پوچھیں گے؟''

ماں: ''جو کچھ بھی پوچھیں گے تم اُس کا معقول طور پر جواب دینا۔''

غرض سلیم ڈرتا ڈرتا اُوپر گیا اور سلام کر کے الگ جا کھڑا ہوا۔ باپ نے پیار سے بُلا کر پاس بٹھا لیا اور پوچھا:

باپ: ''کیوں صاحب! آج مدرسے نہیں گئے؟''

بیٹا: ''جی، بس جاتا ہوں۔ ابھی کوئی گھنٹے بھر کی دیر اور ہے۔''

باپ: تم اپنے بھائی جان کے ساتھ مدرسے جاتے ہو یا الگ؟''

بیٹا: ''کبھی کبھار بھائی جان کے ساتھ چلا جاتا ہوں، ورنہ اکیلا جاتا ہوں۔''

باپ: ''کیوں؟''

بیٹا: ''اگلے مہینے امتحان ہونے والا ہے۔ چھوٹے بھائی جان اسی کے واسطے تیاری کر رہے ہیں۔ صبح سویرے اُٹھ کر کسی ہم جماعت کے یہاں چلے جاتے ہیں۔ وہاں ان کو دیر ہو جاتی ہے، تو پھر گھر بھی نہیں آتے۔ میں جاتا ہوں تو اُن کو مدرسے میں پاتا ہوں۔''

باپ: ''کیا اپنے گھر میں جگہ نہیں ہے کہ دوسروں کے یہاں جاتے ہیں؟''

بیٹا: ''جگہ تو ہے، مگر وہ کہتے تھے کہ یہاں بڑے بھائی جان کے پاس ہر وقت گنجفہ اور شطرنج ہوا کرتا ہے: اطمینان کے ساتھ پڑھنا نہیں ہو سکتا۔''

باپ: ''تم بھی شطرنج کھیلنی جانتے ہو؟''

بیٹا: ''مہرے پہچانتا ہوں، چالیں جانتا ہوں، مگر کبھی خود کھیلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔''

باپ: ''مگر زیادہ دنوں تک دیکھتے دیکھتے یقین ہے کہ تم بھی کھیلنے لگو گے۔''

بیٹا: ''شاید مجھ کو عمر بھر بھی شطرنج کھیلنی نہ آئے گی۔''

باپ: ''کیوں، کیا ایسی مشکل ہے؟''

بیٹا: ''مشکل ہو یا نہ ہو، میرا جی ہی نہیں لگتا۔''

باپ: ''سبب؟''

بیٹا: ''میں پسند نہیں کرتا۔''

باپ: ”چونکہ مشکل ہے، اکثر مبتدی گھبرایا کرتے ہیں۔ مجھ کو یقین ہے کہ گنجفہ میں تمھاری طبیعت خُوب لگتی ہوگی۔ وہ بہ نسبت شطرنج کے بہت آسان ہے۔“

بیٹا: ”ہاں شطرنج کی نسبت کر[1] گنجفہ کو زیادہ ناپسند کرتا ہوں۔“

باپ: ”ہاں شطرنج میں طبیعت پر زور پڑتا ہے اور گنجفہ میں حافظے پر۔“

بیٹا: ”میری ناپسندیدگی کا کچھ خاص کر یہی سبب نہیں ہے، بلکہ مجھ کو سارے کھیل بُرے معلوم ہوتے ہیں۔“

باپ: ”تمھاری اس بات سے مجھ کو تعجب ہوتا ہے اور میں تم سے تمھاری ناپسندیدگی کا اصلی سبب سُننا چاہتا ہوں، کیوں کہ شاید اب سے پانچ یا چھے مہینے پہلے، جن دنوں میں باہر کے مکان میں بیٹھا کرتا تھا، میں نے خود تم کو ہر طرح کے کھیلوں میں نہایت شوق کے ساتھ شریک ہوتے دیکھا تھا۔“

بیٹا: ”آپ درست فرماتے ہیں۔ میں ہمیشہ کھیل کے پیچھے دیوانہ بنا رہتا تھا مگر اب تو مجھ کو ایک دِلی نفرت ہوگئی ہے۔“

باپ: ”آخر اس کا کوئی سبب خاص ہوگا۔“

بیٹا: ”آپ نے اکثر چار لڑکوں کو کتابیں بغل میں دابے، گلی میں آتے جاتے دیکھا ہوگا۔“

باپ: ”وہی جو گورے گورے چار لڑکے ایک ساتھ رہتے ہیں۔ پھڈّی جوتیاں پہنے، منڈے ہوئے سر، اونچے پاجامے، نیچی چولیاں۔“

بیٹا: ”ہاں جناب وہی چار لڑکے۔“

باپ: ”پھر؟“

بیٹا: ”بھلا آپ نے کبھی ان کو کسی قسم کی شرارت کرتے بھی دیکھا ہے؟“

باپ: ”کبھی نہیں۔“

بیٹا: ”جناب کچھ عجب عادت ان لڑکوں کی ہے۔ راہ چلتے ہیں، تو گردن نیچی کیے ہوئے۔ اپنے سے بڑا مِل جائے، جان پہچان ہو یا نہ ہو، ان کو سلام کر لینا ضرور۔ کئی برس سے اس محلّے میں رہتے ہیں، مگر کانوں کان خبر نہیں۔ محلّے میں کوڑیوں لڑکے بھرے پڑے ہیں، لیکن ان کو کسی سے کچھ واسطہ نہیں۔ آپس میں اُوپر تلے کے چاروں بھائی ہیں۔ نہ کبھی لڑتے، نہ کبھی جھگڑتے، نہ گالی بکتے، نہ قسم کھاتے، نہ جھوٹ بولتے۔ نہ کسی کو چھیڑتے، نہ کسی پر آوازہ کستے۔ ہمارے ہی مدرسے میں پڑھتے ہیں، وہاں بھی ان کا یہی حال ہے۔ کبھی کسی نے ان کی جھوٹی شکایت بھی تو نہیں کی۔ ڈیڑھ بجے ایک گھنٹے کی چھٹی

۱۔ آگرہ اور کان پور دونوں ابتدائی ایڈیشنوں میں ”نسبت کر“، لکھا ہوا ہے۔ بہ نسبت کی جگہ یہ متروک ترکیب نذیر احمد کے یہاں بھی کم دیکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں صرف دو جگہ آئی ہے۔

ہوا کرتی ہے۔لڑکے کھیل کود میں لگ جاتے ہیں۔ یہ چاروں بھائی ایک پاس کی مسجد میں نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں۔''

باپ: ''بھلا پھر؟''

بیٹا: ''منجھلا لڑکا میرا ہم جماعت ہے۔ایک دن میرا آموختہ یاد نہ تھا۔مولوی صاحب نہایت ناخوش ہوئے اور اس کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا کہ کم بخت گھر سے گھر مِلا ہے۔اسی کے پاس جا کر یاد کر لیا کر۔ میں نے جو پوچھا؛ 'کیوں صاحب یاد کرا دیا کرو گے؟' تو کہا: 'بہ سرو چشم۔' غرض میں اگلے دن ان کے گھر گیا، آواز دی۔انھوں نے مجھ کو اندر بُلا لیا۔ دیکھا کہ ایک بہت بوڑھی سی عورت تخت پر جائے نماز بچھائے قبلہ رُو بیٹھی ہوئی کچھ پڑھ رہی ہیں۔ وہ ان لڑکوں کی نانی ہیں۔لوگ ان کو 'حضرت بی' کہتے ہیں۔ میں سیدھا سامنے دالان میں اپنے ہم جماعت کے پاس جا بیٹھا۔ جب 'حضرت بی' اپنے پڑھنے سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا! گو تم نے مجھ کو سلام نہیں کیا لیکن ضرور ہے کہ میں تم کو دُعا دوں۔ جیتے رہو، عمر دراز، خدا نیک ہدایت دے۔اُن کا یہ کہنا تھا کہ میں غیرت کے مارے زمین میں گڑ گیا اور فوراً میں نے اُٹھ کر نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا۔تب 'حضرت بی' نے فرمایا: بیٹا! بُرا مت ماننا، یہ بھلے مانسوں کا دستور ہے کہ اپنے سے جو بڑا ہوتا ہے، اس کو سلام کر لیا کرتے ہیں اور میں تم کو نہ ٹوکتی لیکن چونکہ تم میرے بچوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہو، اس سبب سے مجھ کو جتا دینا ضرور تھا۔اس کے بعد حضرت بی نے مجھ کو مٹھائی دی اور بڑا اصرار کر کے کھلائی۔ مدتوں میں ان کے گھر جاتا رہا۔حضرت بی بھی مجھ کو اپنے نواسوں کی طرح چاہنے اور پیار کرنے لگیں اور مجھ کو ہمیشہ نصیحت کیا کرتی تھیں۔تبھی سے میرا دل تمام کھیل کی باتوں سے کھٹّا ہو گیا۔''

(توبۃ النصوح)

مشق

۱۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) بیدارا نے سلیم کو جگا کر کیا پیغام دیا؟

(ب) سلیم کی ماں نے سلیم کے ساتھ نصوح کے پاس جانے سے کیوں انکار کیا؟

(ج) سلیم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے کیوں نہیں جاتا تھا؟

(د) سلیم نے چار لڑکوں کی کیا خوبیاں بیان کیں؟

(ہ) حضرت بی کون تھیں اور اُنھوں نے سلیم کو کیا نصیحت کی؟

۲۔ مندرجہ ذیل محاورات کے معانی لکھیں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔

جی لگنا، کانوں کان خبر نہ ہونا، آوازہ کسنا، زمین میں گڑ جانا، دل کھٹّا ہونا

۳۔ اس سبق کا خلاصہ لکھیں۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع لکھیں۔

خبر، کتاب، مدرسہ، امتحان، مشکل

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفّظ اِعراب کی مدد سے واضح کریں۔

صورت، تعجب، مسجد، عمر دراز، بسر و چشم

۶۔ مصنّف کا نام، سبق کا عنوان اور اقتباس کا نصابی سبق میں موقع و محل درج کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اقتباس کی تشریح کریں۔

کئی برس سے اس محلّے.......................................جھوٹی شکایت بھی تو نہیں کی۔

۷۔ متن کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) سلیم کی عمر اس وقت کچھ کم..................کی تھی۔

(ب) میں اوپر .... لینے گئی تھی۔

(ج) صورت سے ....تو نہیں معلوم ہوتا تھا۔

(د) سلیم ڈرتا ڈرتا ....گیا اور................کر کے الگ جا کھڑا ہوا۔

(ہ) اگلے مہینے ....ہونے والا ہے۔

(و) شاید مجھ کو عمر بھر بھی..................کھیلنی نہ آئے گی۔

(ز) بڑے بھائی جان کے پاس ہر وقت..................ہوا کرتا ہے۔

۸۔ متن کو مدِّنظر رکھ کر درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) سلیم کو کس نے آ کر جگایا؟

(i) نصوح نے (ii) بیدارا نے

(iii) ماں نے (iv) حضرت بی نے

(ب) میاں اکیلے بیٹھے ہوئے کیا کر رہے تھے؟

(i) شطرنج کھیل رہے تھے۔ (ii) کھانا کھا رہے تھے۔

(iii) کتاب پڑھ رہے تھے۔ (iv) لکھ رہے تھے۔

(ج) ماں کی گود میں کون سویا ہوا تھا؟

(i) بلّی (ii) سلیم

(iii) لڑکی (iv) بیدارا

(د) سلیم ڈرتا ڈرتا کہاں گیا؟

(i) مدرسے (ii) بازار

(iii) مسجد (iv) اوپر

(ہ) اکثر کون گھبرایا کرتا ہے؟

(i) مبتدی (ii) چور

(iii) جھوٹا (iv) نالائق

(و) کھیل کے پیچھے کون دیوانہ بنا رہتا تھا؟

(i) نصوح (ii) سلیم

(iii) بیدارا (iv) منجھلا لڑکا

ناول:

ناول وہ کہانی ہے، جس کی بنیاد حقیقی زندگی پر ہوتی ہے۔ اس میں زندگی کا کوئی ایک دور اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ دور اپنے تمام تر رنگوں کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ کہانی کے واقعات کے بہاؤ میں ایک فطری پن ہوتا ہے۔ اس کے کردار گوشت پوست

کے انسان ہوتے ہیں، جن میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی۔ کرداروں کے مکالموں کی زبان، اُن کے مرتبے اور مزاج کے مطابق ہوتی ہے۔

سرگرمیاں:

۱۔ مختلف بچوں کو سبق میں آنے والے کردار قرار دے کر، جماعت کے کمرے میں یہ سبق مکالماتی انداز میں بلند آواز میں پڑھا جائے۔

۲۔ بچوں سے ''نیک صحبت'' کے موضوع پر مکالمہ لکھوایا جائے۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ طلبہ کو قصّے اور کہانی کے بارے میں اختصار سے بتائیں۔

۲۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے اصلاحی مقاصد کو طلبہ پر واضح کریں۔

۳۔ اس سبق میں جو محاورے استعمال ہوئے ہیں، اُن کو جملوں میں استعمال کر کے دکھائیں۔

۴۔ ڈپٹی نذیر احمد کی دیگر تصانیف کا مختصر تعارف کرائیں۔